رمضان المبارک

کا

پیغام

ہندوستانی مسلمانوں کے نام

یہ تقریر ۲۶ رمضان المبارک سنہ ۱۴۱۱ھ جمعۃ الوداع کے موقع پر دائرہ حضرت شاہ علم اللہ رح کی مسجد میں ایک بڑے مجمع میں کی گئی۔

از

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

حامد

حاجی عبدالرحمٰن خان فاؤنڈیشن
پھاٹک عبداللہ خاں۔ رائے بریلی (یوپی)

رمضان المبارک کا پیغام

ہندوستانی مسلمانوں کے نام

یہ تقریر ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ جمعۃ الوداع کے موقع پر دائرہ حضرت شاہ علم اللہؒ کی مسجد میں ایک بڑے مجمع میں کی گئی۔

از

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ

—: ناشر :—

حاجی عبدالرحمٰن خاں فاؤنڈیشن

پھاٹک عبداللہ خاں، رائے بریلی (یوپی)

نظامی آفسٹ پریس لکھنؤ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہٗ ونشھد أن لا الٰہ الا اللّٰہ ونشھد أنّ سیدنا ومولانا محمداً عبدہٗ ورسولہٗ صلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وذریاتہ وأزواجہ وأھل بیتہ وبارک وسلّم تسلیماً کثیراً کثیراً أمّا بعد!

أعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

روزے کی فرضیت میں انسانی فطرت کی رعایت

یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ۝

میرے دینی بھائیو بزرگو اور عزیزو! میں نے آپ کے سامنے قرآن کریم کی وہ آیت پڑھی ہے، جس سے رمضان المبارک میں روزہ کی فرضیت کا اعلان ہوا، اور تمام مسلمانوں کو اُس زمانہ کے مسلمانوں کو اسی آیت سے علم ہوا، اور قیامت تک یہی

آیت اس کی دلیل رہے گی، اس میں کچھ باتیں ہیں سوچنے اور غور کرنے کی، نکتہ کی ہیں، پہلے ہم اس کا ترجمہ کریں گے، پھر ایک خاص بات کی طرف اشارہ کریں گے،

اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو،

اس خطاب میں بھی بڑی بلاغت وحکمت ہے، کہ ایک ایسی چیز جو نفس پر شاق اور دشوار ہے، جس کے لیے بڑی ہمّت کی ضرورت ہے، اس کی بنیاد ایمان کو بنایا گیا، اسی لیے پہلے ایمان کا تذکرہ کیا گیا، کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لاچکے ہو، اللہ تعالیٰ کی تمام باتوں کو قبول کرنے کا عہد کرچکے ہو، اور دائرہ اسلام میں داخل ہوچکے ہو اور اپنے کو اللہ کے حوالہ کرچکے ہو، کہ وہ ہمارا مالک ہے، ہمارا حاکم ہے، جو حکم دے گا ہم اس پر عمل کریں گے، اس سے مطلب نہیں کہ اس میں کچھ مزہ ملے گا یا نہیں، دنیاوی فائدہ ہوگا یا نہیں، وہ آسان ہے یا مشکل ہے، ایک بات ہے یا دس بات ہیں، ایک مرتبہ کرنا ہوگا، دس یا بیس مرتبہ کرنا ہوگا، سو پچاس مرتبہ کرنا ہوگا، اس سے کوئی بحث نہیں جب ہم نے اللہ کی غلامی قبول کرلی، اس کی عبودیت کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا، اور اعلان کردیا کہ ہم تو حکم کے بندے ہیں جو وہ حکم دے گا ہم اسی پر عمل کریں گے، اس لیے یہ اللہ تعالیٰ کی حکیم ذات ہی اس حکم کو اس طرح شروع کرسکتی ہے، ورنہ دنیا کے جو قوانین ہیں، جن باتوں کا حکومتیں اعلان کرتی ہیں، اور جو نئے نئے قوانین بنتے ہیں، اور جو نئی نئی پابندیاں عائد ہوتی ہیں، ان کے لیے کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ کروگے

تو بچ جاؤ گے، اس پر عمل نہ کرو گے تو سزا پاؤ گے، بس، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، حالانکہ وہ حاکم مطلق ہے، زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا ہے، اور سب کی زندگیاں، سب کی جانیں، سب کی عزتیں اسی کے قبضہ میں، کسی طرح کہہ دیتا، کہہ سکتا تھا، اس کا حق تھا، لیکن اس نے کہا:

يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو

تو اللہ تعالیٰ نے ہم تمام مسلمانوں کی قوت ایمانی کو آواز دی ہے، قوت ایمانی کو جگایا اور اس کو بنیاد بنایا ہے، اے وہ لوگو! جو اس بات کا عہد کر چکے ہو کہ ہمیں تو بات ماننا ہے، ہم تو حکم کے بندے ہیں،

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ — تم پر روزے فرض کیے گئے،
كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ — جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض
مِنْ قَبْلِكُمْ، — کیے گئے تھے۔

یہ انسان کی فطرت ہے، اللہ تعالیٰ فطرت انسانی کا بنانے والا اس کا خالق ہے، اس کی رعایت کرنے والا بھی ہے، کسی مجبوری سے نہیں، اپنی حکمت سے بھی، اپنی رحمت سے بھی، کہ جب وہ کسی بات کا حکم دیتا ہے، تو اس بات کے لیے زمین تیار کر دیتا ہے تاکہ انسان اس کو آسانی سے قبول کر سکے، اس لیے انسان کی فطرت ہے کہ جو چیز اس کو انوکھی اور نرالی معلوم دیتی ہے، اس سے گھبراتا ہے اور چونک اٹھتا ہے، اچھا یہ بھی کرنا ہوگا؟ لیکن جب اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ہوتا آیا ہے،

لوگ کرتے آئے ہیں، تو پھر وہ اس کو سنتا ہے، خوشگواری کے ساتھ مانتا اور آسانی کے ساتھ تابع داری کرتا ہے۔

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھے، چنانچہ مذاہب اور اخلاقیات کی تاریخ، اور قوموں اور ملکوں کی تاریخ سے بھی یہ بات ثابت ہے کہ ہر مذہب میں کسی نہ کسی شکل میں روزہ رہا ہے، مذہبی اور تاریخی کتابوں میں تفصیل موجود ہے، کہ اس کی کیا شکل اور کیا تعداد تھی، کیا وقت تھا کہاں سے شروع ہوتا تھا، کیا پابندیاں تھیں، یہ ایک علمی تاریخی مسئلہ ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ — تاکہ تم متقی بن جاؤ۔

تقوے کا صحیح مفہوم

یہاں ایک بات کی طرف توجہ دلائی ہے، جب کسی زبان کا لفظ کسی زبان میں آتا ہے، تو اکثر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے اصلی معنی کھو دیتا ہے، اور اس کے ساتھ ذہن کے سوچنے کے بہت سے طریقے لگ جاتے ہیں، انہی میں سے ایک لفظ تقویٰ اور متقی کا ہے، ہمارے یہاں متقی کے معنی ہیں، بڑا عبادت گزار، راتوں کو بہت کم سوتا ہو، اور نہ سوتا ہو تو اور زیادہ متقی ہے، اور نہ کھاتا ہو، اور اگر وہ مسلسل عبادت کرتا ہو، تو اور بڑا متقی ہے، اور کثرت سے نماز پڑھتا ہو، نماز ہی میں اس کا دل لگتا ہو

جب دیکھو نماز پڑھ رہا ہے تو اور بڑا متقی ہے اور ذرا ذرا سی چیز میں شبہ سے بچتا ہو متقی ہے لیکن عربی میں جہاں سے یہ لفظ آیا ہے، تقویٰ کے معنی زیادہ عبادت گذار اور زیادہ شب بیدار کے نہیں ہیں، کہ بڑا عبادت گذار، شب بیدار، دن کو روزے رکھنے والا، رات کو عبادت کرنے والا، نمازیں پڑھنے والا، بلکہ عربی زبان میں تقویٰ کے معنی ہیں، لحاظ کرنے والا، ہر کام کے کرتے وقت یہ لحاظ کرنا کہ یہ کام کیسا ہے، خدا کو راضی کرنے والا ہے یا ناراض کرنے والا ہے، جائز ہے یا ناجائز دین کے مطابق ہے یا منافی۔

"تقویٰ" کے معنی ہیں لحاظ و شرم کی عادت، پاس و لحاظ کی عادت پڑ جانا، مثلاً یہ کہ کوئی بچہ ہے، اس کو اگر صحیح تعلیم دی گئی ہے، اسے اچھا ماحول ملا ہے، اور اس کی صحیح تربیت کی گئی ہے تو بڑوں کا ادب کرنے لگتا ہے، بڑوں کا ادب کے کیا معنی ہیں کہ بڑوں کے سامنے کوئی ایسا کام، ایسی حرکت نہیں کرے گا جو بے ادبی میں شمار ہو، جس سے ان بڑوں کی توہین ہوتی ہو یا اُن بڑوں کا مذاق اُڑتا ہو، یا حقارت ہوتی ہو، تو کہا جائے گا اس لڑکے کو بڑا پاس و لحاظ ہے، ادب سیکھ گیا ہے، ایسے ہی طالب علم کا ادب و لحاظ، ایسے ہی مرید کا ادب و لحاظ، ایسے ہی ملازم کا ادب و لحاظ، تو تقویٰ کے معنی ہیں ادب و لحاظ کے کہ کرنے سے پہلے یہ سوچنا کہ یہ کام کیسا ہے، اس کو خوش کرنے والا ہے یا ناراض کرنے والا ہے، اور اگر دین کے دائرہ میں دیکھئے، تو یہ دیکھنا کہ دین و شریعت کے مطابق

ہے یا نہیں اس کی عادت پڑ جانا، یہ ہے تقویٰ، چنانچہ اس کی دلیل ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو فاروق اعظم اور امیر المومنین ہیں، اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد صحابہ کرامؓ میں سب سے بڑا درجہ انھیں کا ہے، مسلمانوں کے خلیفہ تھے، امیر المومنین تھے، قرآن مجید ان کے سامنے ہی نازل ہوا اور پھر اہل زبان ہیں، اور اہل زبان بھی کیسے ہیں کہ اس زمانہ کی ٹکسالی زبان جو ہر زمانہ میں معتبر رہے گی، سکہ رائج الوقت کی طرح، وہ وہیں پلے بڑھے، وہی زبان بولنے والے اور صحابہ کرام وہ تھے کہ کسی چیز کے پوچھنے میں ان کو کوئی شرم نہیں آتی تھی، وہ ہر وقت اس فکر میں رہتے تھے کہ اپنے علم کو صحیح کریں، اور بڑھائیں، تو انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا نام لے کر کہا، یہ بتاؤ کہ "تقویٰ" کسے کہتے ہیں، تو انھوں نے کہا امیر المومنین! آپ ایسے راستہ چلے ہیں، کہ دونوں طرف کانٹوں کی باڑھ لگی ہو، (ادھر بھی کانٹوں کی قطار ادھر بھی کانٹوں کی قطار ہے) اور راستہ تنگ، حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں! ایسا اتفاق ہوا ہے، انھوں نے کہا، پھر آپ نے کیا کیا؟ حضرت عمر نے فرمایا، دامن سمیٹ لیا، آستین وغیرہ دیکھ لی کہ کہیں کانٹوں میں پھنس نہ جائے، کہا: یہی تقویٰ ہے کہ زندگی اس طرح گذاری جائے، کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی کام ایسا کر بیٹھے جو خدا کو ناراض کرنے والا ہو، مسئلہ کے خلاف ہو، ناجائز ہو، تو اس آیت میں جس میں بہت سے لوگ غور نہیں کرتے کہ عربی زبان کے مزاج سے واقف نہیں ہیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ روزے اس لیے فرض کئے گئے کہ ہم متقی بن جائیں، کہ جو ۲۹ دن یا ۳۰ دن روزے رکھے گا

رمضان ختم ہوگیا، عید کا چاند نکلنے لگا، تو وہ متقیوں میں ہوگیا، "اللہ اکبر" کہ جس نے دن کو روزہ رکھا، کچھ کھایا نہیں، اور کئی کئی قرآن شریف ختم کیے، رات میں عبادت کی اور تراویح سنی، یہ متقی ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امتحان میں پاس ہوگیا چھٹی ملی، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے مہینہ میں حلال، پاک طیّب چیزیں رمضان کے دن کے اوقات میں اللہ کے حکم سے، اللہ کی مرضی سے پاک وصاف چیزیں چھوڑیں، ایک دن دو دن نہیں، ۲۹ دن ۳۰ دن پانی نہیں پیا، حالانکہ پانی سب سے بڑی نعمت ہے،

"وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ"، اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے کہ ہم نے پانی ہی سے ہر زندہ چیز پیدا کی ہے۔

اور کھانا نہیں کھایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے دیا تھا، گھر میں وہ چیزیں موجود تھیں حلال کمائی سے تھیں، لیکن نہیں کھایا، کیوں نہیں کھایا، کیوں نہیں پانی پیا، وہ چیزیں جو انسان بہ حیثیت انسان کے اور بشری تقاضوں کے کرتا ہے، تعلقات بھی اس میں ہیں، تصرفات بھی اس میں ہیں، اس میں اعمال بھی ہیں، یہ سب چیزیں ہم نے چھوڑ دیں محض اللہ کے حکم سے، کہ اللہ تعالیٰ نے صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک حلال وپاک چیزوں کے استعمال سے بھی روکا ہے، کہ تمہارے حلق سے پانی کا ایک قطرہ نہ اترنے پائے، تمہارے حلق میں کھانے کا ایک دانہ نہ

جانے پائے، تو جب ہم نے اللہ کے حکم سے یہ پاک وطیّب چیزیں چھوڑیں ہیں تو اب جب رمضان المبارک ختم ہوگیا، تو اس سے یہ بات بھی ہم میں واضح ہوجانی چاہیئے کہ جو ناپاک چیزیں ہیں اور ناپاک کیا ہیں؟ ہم آپ سمجھتے ہیں کہ جیسے گندگی لگ جائے، گندی چیز پڑ گئی، وہ ناپاک ہوگئی جبکہ سب سے بڑی ناپاک چیز گناہ، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

تو جس طرح ہم نے اللہ کے حکم سے رمضان کے دنوں میں حلال وپاک طیّب چیزیں چھوڑیں تو اسی اللہ کے حکم سے غیر رمضان کے دنوں میں گناہوں کا ارتکاب کیسے کریں، ہم اللہ کو ناراض کرنے والی چیزیں کیوں کر گذریں، ہم جھوٹ کیوں بولیں، ہم جھوٹی گواہی کیوں دیں؟ ہم کسی مسلمان کی دل آزاری کیوں کریں، ہم کسی کا حق کیوں ماریں، ہم بہتان کیوں لگائیں، ہم چوری کیوں کریں، ہم ظلم کیوں کریں، ہم کسی کا خون کیوں بہائیں، ہم کسی کا دل کیوں توڑیں، بس ساری چیزیں جو آپ جانتے ہیں، ان چیزوں سے بچنے کی عادت، خیال، دھیان پیدا ہوجائے، یہ ہے تقویٰ، یہ ہے رمضان کا مقصد، اور یہ تو بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ اللہ کے حکم سے ہم نے پانی چھوڑا، کھانا چھوڑا، اب اللہ کے حکم کے باوجود ہم چوری کریں، ہم جھوٹی گواہی دیں، ہم کسی کی زمین پر قبضہ کرلیں، ہم کسی کا حق ماریں، ہم بہن کو، پھوپھی کو، خالہ کو، ترکہ میراث نہ دیں، ہم شادی بیاہ کے معاملات میں شریعت کے خلاف کریں، ہم فضول خرچی کریں، ہم رشوت لیں، ہم اسراف میں مبتلا ہوں، ہم جہیز

کا مطالبہ کریں، اور اس کے لیے جان تک لے لیں، اللہ تعالیٰ ہم سے رمضان کے ان ۲۹-۳۰ دنوں میں طیّب پاک نعمتیں چھڑا کر، خاص وقت میں چھڑا کر ہماری مشق کراتا ہے، کہ ہم گناہوں کے ارتکاب سے بچیں، اور اب جو کام بھی کریں، خیال کر کے کریں پہلے سوچ لیں کہ یہ شریعت کے مطابق ہے یا نہیں، بس میرے بھائیو! رمضان المبارک کا سب سے بڑا تحفہ، رمضان المبارک کا سب سے بڑا عہد اور مطالبہ، رمضان المبارک کا سب سے بڑا فیض اور اثر یہ ہونا چاہیے کہ ہمیں خیال کرنے کی عادت پڑ جائے اور خدا کی نافرمانی اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے بچنے کا خیال پیدا ہو جائے، یہ نہیں کہ ہم بے خیالی میں کر گزریں اور پھر یہ نہیں بلکہ کر کے یہ سمجھیں کہ رمضان تو کیا ہم نے کھایا پیا نہیں، روزے ہمارے پورے ہو گئے، اور یہ تو دنیاوی چیزیں ہیں ان سے روزوں کا کیا تعلق، یہ تو زندگی کی چیزیں ہیں، بس، اللہ جل شانہٗ ہم سے یہ مشق کرانا چاہتا ہے کہ ہماری یہ مستقل عادت پڑ جائے کہ ہم ہر کام کے کرنے سے پہلے یہ سوچ لیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ گھر سے نکلئے سوچ کر قدم اٹھائیے، یہ نہیں مطلب یہ ہے کہ جس کا تعلق حکم شرعی سے ہو کسی کا حق متعلق ہو اور حرام حلال کا مسئلہ، جائز و ناجائز کے دائرہ میں وہ آتا ہو، اس کو بغیر سوچے نہ کرے، اور یہ معلوم کر کے کہ یہ اللہ کو پسند نہیں ہے اور یہ شریعت کی طرف سے ممنوع ہے اس سے اسی طرح بچے بلکہ اس سے زیادہ بچے جتنے کہ روزے کے دنوں میں رمضان کے زمانہ میں دن کے اندر آپ کھانے سے بچتے ہیں، اس سے زیادہ اس سے بچیں لیکن بہرحال کھانا پینا تو، اللہ کی نعمت ہے

اور یہ تو کسی طرح سے آپ کے لیے جائز نہیں ہے، یہ خیال پیدا ہونا چاہیئے۔

رمضان المبارک کا اصل پیغام

دیکھئے، ہم آپ کو ایک بات نکتہ کی بتاتے ہیں اسے لے کر جائیں، انشاء اللہ عمر بھر کے لیے کافی ہوگی، ۔ صحابہؓ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے پوچھا کرتے تھے، کہ دین کے احکام بہت ہو گئے ہیں ہم کو ایک بات ایسی بتا دیجئے، جو جامع ہو جسے ہم پلّو میں باندھ لیں، گرہ میں باندھ لیں، اسی طرح ہم آپ سے ایک بات کہتے ہیں کہ ساری زندگی کے لیے دستور العمل ہے، وہ کیا ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:۔

"لا یؤمن احدکم حتی یکون هواه تبعاً لما جئت به"

"تم میں سے کوئی شخص صاحب ایمان نہیں ہو سکتا، مومن نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اس کی خواہش نفسانی، اس کی دل کی چاہت، اس کے دل کی مانگ، طبیعت کی مانگ تابع نہ ہو جائے اس کے جس کو میں لے کر آیا ہوں"، اور دیکھئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم سے بڑھ کر کسی کے اخلاق اتنے بلند و عالی نہیں تھے، کوئی اپنی عبدیت پر اتنا فخر نہیں کرتا تھا، لیکن یہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے واحد متکلّم کا صیغہ اختیار کیا ہے، اور اپنی طرف نسبت کی ہے، اور اس میں خاص زور پیدا کر دیا ہے جس کو ادب کا ذوق اور اسرار شریعت کے جاننے والے سمجھ سکتے ہیں، آپ یوں کہہ سکتے ہیں کہ جب تک وہ اپنی خواہشات نفسانی کو اللہ کے احکام اور قرآن و حدیث کے

تابع نہ کردے، لیکن یہاں پر حضور صلے اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کا جو مقام تھا اور آپ کی نبوّت کا جو حق تھا اور آپ کی نبوّت کا جو درجہ تھا، اور اس میں وہ اس وقت مخاطب کی نفسیات اور اس کے فہم اور ذوق کا بھی آپؐ نے خیال فرمایا، کہ کم ایسا حدیثوں میں آتا ہے، کہ صیغۂ واحد متکلم بولتے ہوں کہ یہاں پر "لایؤمن احدکم حتی یکون ھواہٗ تبعًا لما جئتُ بہ" "تم سے کوئی شخص اس وقت تک مومن یا صاحب ایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات نفسانی اس کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں" محمدؐ بن عبداللہ جس کو لے کر آئے ہیں، اس کے تابع نہ ہو جائے، اس لیے اس کے اندر ایک خاص قسم کی طاقت پیدا کر دی، اس جملے میں غیرت نبوّت موجود ہے، اللہ کی غیرت کے بعد کوئی بھی غیرت اس کے برابر نہیں، بادشاہوں کی غیرت اس غیرت کے سامنے گرد، یہاں غیرت نبوّت ہے، جس کو میں لے کر آیا ہوں، جس نے اس کے خلاف کیا، گویا کہ اس نے میری نبوّت کے خلاف بغاوت کی، میرے منصب رسالت سے اس نے سرتابی کی۔

ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے

ہم لوگوں کو چاہیئے کہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ خیال کر لیں کہ ہم اسے اپنی خواہشات نفسانی سے کر رہے ہیں، اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان، آپؐ کی شریعت اور قرآن وحدیث کے خلاف تو نہیں ہے، ساری زندگی کے لیے کافی ہے، ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی نے کھانے پر بلایا یہ حضور صلعم کے فرمان کے خلاف تو نہیں ہے، مہمان بنانے سونے کو کہے، سواری دیتا ہو آپ کو، وہ سوچیں یہ نہیں، وہ کام جن سے لوگوں کے حقوق

متعلق ہوں جن سے نفس کا تقاضا پورا ہوتا ہو، یا کوئی بڑا دنیاوی فائدہ حاصل ہوتا ہو، جس کے لیے کوئی بڑا اقدام کرنا پڑتا ہو اس سے پہلے یہ سوچ لیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم جو دین اور جو شریعت لے کر آئے ہیں، اس کے تابع اور ماتحت ہے، اس سے یہ مستغنی یا بے نیاز ہے، بس ساری زندگی کے لیے کافی ہے، کوئی مُرید ہوتا ہے، کوئی شاگرد ہوتا ہے، کوئی خطّ غلامی لکھتا ہے، یہ خطّ غلامی ہے، یہ مستقل خطّ غلامی ہے، اس کے سامنے مُریدی، شاگردی سب گرد ہیں، اس لیے کہ یہاں نبوّت کا سوال آگیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلّم نے بحیثیت نبی کے فرمایا بحیثیت کسی انسان کے نہیں فرمایا، تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفسانی اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں، کوئی بادشاہ ہو اپنے وقت کا سلطان ہو، کوئی بڑے سے بڑا فاتح ہو، کوئی بڑے سے بڑا اپنے وقت کا قارون و ہامان ہو، کچھ ہو، سب کے لیے ضروری یہ ہے کہ آپؐ جو لے کر آئے ہیں اس کے ماتحت اپنی زندگی کو کر دے، اس کے خلاف نہ ہو،

اس کو آپ رمضان کا پیغام سمجھیں، یہی سبق آپ یہاں سے لے کر کے جائیں یاد رکھیں، کوئی بڑے سے بڑا کام ہو، لڑکے کی شادی ہے، لڑکی کی شادی ہے، جہیز کا مسئلہ بھی اسی میں آتا ہے، زمین کا معاملہ ہے اس کو حاصل کرنے کے لیے ذرا سا آنکھ بند کر کے کام کرنے کی ضرورت ہے، زیادہ مسئلہ مسائل سے کام نہیں چلے گا وہ ہم پوچھ لیں گے، زمین کے معاملہ میں ہم آزاد ہیں، جھوٹی دستاویز پیش کر کے، جھوٹی قسمیں کھا کر ہم لے لیں، آپ ملازم ہیں ۵۰ ہزار کی رشوت مل رہی ہے، لاکھ کی رشوت مل رہی ہے،

اور آج کل تو رشوت کا دور دورہ ہے، تو ہر ایسے موقع پر جہاں کوئی حکم شرعی متعلق ہو یا حقوق العباد متعلق ہوں بجائز و ناجائز کا شبہ ہو، وہاں پر اپنی خواہش نفسانی کو، اپنے مفاد کو، اپنی فتح اور اپنی کامیابی کو تابع بنا دیں شریعت محمدیؐ کے۔

تم میں سے کوئی ایمان والا نہیں ہو سکتا ہے "لا یؤمن احدکم" آپ سے بڑھ کر کون مفتی ہے، آپ سے بڑھ کر کس کی بات کا اعتبار ہو سکتا ہے، آپؐ فرماتے ہیں، تم میں سے کوئی اس وقت تک صاحب ایمان نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہشات تابع ہو جائیں اس کے جو میں لے کر آیا ہوں،

اس کو یاد رکھیں اور ہم دو تین باتیں کام کی آپ سے کہتے ہیں، پتہ نہیں کہ ملنا ہو یا نہ ہو، یا ملنا ہو بات کرنے کا موقع نہ ہو ایک بات تو یہ ہے کہ گناہ سب سے ہوتے ہیں، اللہ معاف فرمائے، کون ہے جو معصوم ہے، معصوم تو صرف نبی کی ذات ہے،

کبیرہ گناہوں سے توبہ کرنے کی ضرورت ہے

ہم سے آپ سے تو صغائر بھی ہوتے ہیں اور کبائر بھی ہوتے ہوں گے، کہ تمام فقہاء وعلماء کا اجماع ہے اس پر اور ابھی "فضائل رمضان"[1] میں یہ بات پڑھی بھی گئی کہ کبائر بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے، اس لیے اچھا ہے کہ عید کے چاند سے پہلے، اور آپ مسجد میں بیٹھتے ہیں نماز کے انتظار میں، قرآن شریف پڑھتے ہیں، سوچ کر کے کہ کوئی کبیرہ گناہ آپ سے ہوا ہے، خدانخواستہ احتیاطاً کہتا ہوں تو کوئی کبیرہ گناہ ہوا ہو اس سے توبہ کرنا

[1] "فضائل رمضان" از ـــ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

توبہ کرنا فرض ہے، ضروری ہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ توبہ کرنا بھی ایک ذکر ہے، جیسے اللہ، اللہ کہہ دیا، سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر کہدیا یا اور کوئی ذکر کہدیا، ایسے ہی یہ توبہ، یا اللہ میری توبہ، یا اللہ میری توبہ، نہیں! یہ فرض ہے، اگر کبیرہ گناہ کیا ہے تو توبہ کرنا فرض ہے سوچ کر کے یاد کر کے کہ زندگی میں کوئی گناہ کبیرہ ہوا ہے اس کی اللہ سے توبہ کریئے، اللہ سے معافی مانگیئے اس یقین کے ساتھ کہ "یا اللہ مجھ سے فلاں وقت یہ گناہ ہوا ہے، میں توبہ کرتا ہوں، میرے اس گناہ کو معاف فرما۔"

اس طرف بہت کم لوگ توجہ دلاتے ہیں اور کم توجہ کی جاتی ہے، جو چیزیں ترقی کرنے والی ہیں روحانی دینی انہیں کو زیادہ کہا جاتا ہے، یہ دنیاوی باتیں کہنے والے کم ہیں، ایک بات تو یہ ہے کہ کبائر سے توبہ کرے،

حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کیجئے

اور ایک مسئلہ یہ بھی ہے علماء کا اس پر اجماع ہے کہ حقوق العباد توبہ سے معاف نہیں ہوتے یہاں تک کہ جن سے متعلق ہیں وہ حقوق وہ معاف کرے، اس لیے اگر حقوق العباد ہیں، کسی سے آپ نے قرض لیا تھا، آپ نے دیا نہیں، اور انکار کر رہے ہیں کسی سے کوئی چیز مستعار لی تھی اب آپ دیتے نہیں، کسی کی زمین پر آپ نے قبضہ کر لیا ہے، اور اسی طرح جن کا تعلق لوگوں سے ہے، بندہ سے ہے، ان کی ملکیت اور حق شرعی سے ہے، ان سے معاف کروائیے، چاہے آپ اس میں جتنی توہین محسوس کریں اور چاہے جتنا جھکنا

پڑے اور دینا پڑے، خوشامد کرنا پڑے، یہ بھی ضروری ہے، یہ کام بھی عید سے پہلے ہو جائے تو اچھا ہے، اور یہی دو تین دن ہیں، آپکے ذمہ کتنے حقوق ہوں گے، نہ کوئی آپ بادشاہ ہیں، نہ سلطان ہیں، نہ کوئی آپ صدر جمہوریہ ہیں، وزیر اعظم نہ وزیر اعلا ہیں اور نہ کسی بڑے محکمہ کے کوئی بڑے افسر ہیں، ان کے ذمہ تو سیکڑوں بیسیوں حقوق ہو سکتے ہیں، وہ جانیں ان کا کام ..... لیکن ہم آپ جو ہیں کسی کے ذمہ دو حقوق العباد ہوں گے، کسی کے ذمہ تین، کسی کے ذمہ اس سے زائد، تو یہ بھی معاف کرالیجئے، ہم مسائل کی باتیں بتا رہے ہیں، بنیادی باتیں، کہ اگر یہ چیزیں دھیان میں نہ آئیں تو خدا کے یہاں قیامت کے دن دینا ہوگا دیکھئے اور یہاں تک آتا ہے، کہ کسی ذمہ کوئی حق رہ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کو دلائے گا، اس وقت نہ روپیہ ہوگا نہ پیسہ ہوگا تو کیسے دلائے گا، ایسے کہ اس کی نیکیاں جس کے ذمہ حقوق العباد ہیں، اس کو دے دی جائیں گی جس کا حق ہے، اگر ہم نے کسی سے کوئی رقم لی ہے، تو قیامت میں ہمارے پاس رقم تو ہوگی نہیں، اللہ تعالیٰ نماز روزہ یا اور کوئی نیکی ہماری (اللہ محفوظ رکھے) اس کو دے دے گا، اور ڈرنے کی بات تو یہ ہے کہ جب اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کی برائیاں لے کر اس کے نامۂ اعمال میں ڈال دی جائیں گی، یہ بڑے ڈرنے کی بات ہے،

تو پہلی چیز جو ہم نے کہی، کبائر سے توبہ، حقوق العباد سے معافی مانگنا اور اس کا تصفیہ کرلینا جلد سے جلد، اور عید سے پہلے کریں تو اور اچھا، اگر وہ صاحب یہاں نہ ہوں جن کا حق آپکے ذمہ رہ گیا ہے تو آپ فکر مند رہیں، بے چین رہیں، پریشان رہیں، کہ کہاں

ملیں گے ہم ان سے معاف کرالیں، یہ سب منصوصات شرعی ہیں، قرآن وحدیث کی باتیں جن پر سب کا اتفاق ہے۔

بچوں کی دینی تعلیم وقت کا سب سے بڑا مسئلہ

تیسری بات یہ جو ہم آپ سے کہنا چاہتے ہیں کہ اپنے بچوں کی تعلیم کی فکر کیجئے کم سے کم ان کا عقیدہ درست کرائیے، کہ اللہ کے سوا دنیا کا چلانے والا اس کارخانۂ عالم کا چلانے والا کسی کو نہ سمجھیں اور کسی کا اس میں عمل دخل نہ سمجھیں، اور یہ زمانہ ہے ہندو دیومالا کا کہ وہ کورس کے نصاب کے ذریعہ سے بھی پھیلایا جا رہا ہے، ابلاغ عامہ کے ذریعہ ٹیلی ویژن، ریڈیو اس کے ذریعہ سے بھی اور اخبارات، لٹریچر کے ذریعہ سے بھی اور مجلسوں کے ذریعہ سے بھی اور بعض ایسی جماعتیں اکثریت کی جو پورے ملک کے پیمانہ پر کام کر رہی ہیں ان کے ذریعہ سے بھی، یہ بڑی ضرورت ہے کہ اپنی آئندہ نسل کے عقائد بچانے کی کوشش کی جائے، میں بہت کہا کرتا ہوں لیکن اچھی بات دس بار کہی جائے، پچاس بار کہی جائے کوئی شرم کی بات نہیں، لکھنؤ کے ایک بڑے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے ہم نے کہا تھا، کہ سوچنے کی بات ہے، حضرت یعقوب علیہ السلام کون تھے، حضرت یعقوب علیہ السلام پیغمبر تھے، ان کے باپ پیغمبر تھے، یعنی حضرت اسحٰق علیہ السلام ان کے باپ پیغمبر تھے یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام، یعنی وہ پیغمبر کے بیٹے اور پیغمبر کے پوتے اور خود ان کے بیٹے پیغمبر یعنی حضرت یوسف علیہ السلام، اور بہرحال پیغمبر زادہ تھے، ان کے جتنے پوتے

نواسے تھے سب پیغمبر زادے تھے، یہاں تو پیرزادوں کا خیال کیا جاتا ہے، علماء کی اولادوں کا خیال کیا جاتا ہے کہ ان کا کیا پوچھنا.....،

اب خیال کیجئے اتنے بڑے پیغمبر کے بیٹے، کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا انتقال ہونے لگا، اس وقت آدمی سب بھول جاتا ہے اور یاد بھی رکھتا ہے تو دوسری باتیں کہ فلاں جگہ اتنا پیسہ رکھا ہے، اتنا قرض ہے لے لینا، اتنی جائداد ہے کچھ کہنے کا موقع ہوتا ہے تو یہ کہا جاتا ہے،

یہ پیغمبر تھے اور وہ پیغمبر کی اولاد تھے، انھوں نے کہا، اور قرآن کریم نے اسے بیان کیا۔ "أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝"

اے قرآن کے پڑھنے والو! سننے والو! کیا تم کو خیال ہے، تم اس وقت موجود تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کا آخری وقت آیا، اور انھوں نے اپنے سب لڑکوں پوتوں، نواسوں کو جمع کیا اور ایسے موقع پر سب جمع ہو جاتے ہیں، ان سے کہا، اور بولنے کی فرصت نہیں، وہ تو پیغمبر تھے "اللہ اللہ کرتے رہتے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسے اس سے زیادہ اہم سمجھا، انھوں نے کہا، میرے بیٹو، پوتو، نواسو، "مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي" ایک بات تم مجھے یہ بتا دو کہ میرے بعد تم کس کو پوجو گے؟ تم کس کی عبادت کرو گے؟ قرآن کریم اتنا بھی انتظار میں رکھنا نہیں چاہتا فوراً جواب دیتا ہے، ورنہ بیچ

میں ضرور یہ ہوگا، ابّا جان، دادا جان! یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے، اتنے دن تک آپ ہمیں بتاتے کیا رہے، اور ہم کس گھر کے ہیں، کس چمن کے پھول ہیں اور ہم کس باغ کے پھل ہیں، اور ہم کن کی اولاد ہیں، ہمارے متعلق آپ کو شبہ ہے، لیکن نہیں قَالُوا نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ، ہم اسی کی عبادت کریں گے جس کی آپ عبادت کرتے آئے ہیں آپ کے والد ہمارے دادا اسحٰقؑ کے معبود کی عبادت کریں گے، اپنے دادا کے بھائی اسمٰعیل علیہ السلام کے معبود کی عبادت کریں گے اور پھر ہمارے پردادا حضرت ابراہیمؑ ان کے معبود کی عبادت کریں گے۔

"نَعْبُدُ إِلَٰهَكَ وَإِلَٰهَ آبَائِكَ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ إِلَٰهًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ"

گویا کہ حضرت یعقوبؑ نے کہا! قبر میں ہماری پیٹھ نہیں لگے گی اور ہم چین و سکون کی سانس نہیں لیں گے اس وقت تک جب تک اس کا اطمینان نہ کرلیں کہ تم لوگ کس کی عبادت کرو گے، تم کس راستہ پر چلو گے، جب ان لوگوں نے یہ کہدیا تو انھیں اطمینان ہوا۔

ہم کو اور آپ کو سب کو چاہیئے کتنے آپ نمازی ہوں، کتنے آپ روزے دار ہوں، کتنے آپ میں سے عالم ہوں، میں صاف کہتا ہوں سب کو یہ اطمینان حاصل کرلینا چاہیے چاہے وہ ولی ہو جائے اور لوگ شہادت دیں، غیب سے آواز آئے کہ "تم ولی ہو"، تم ولی ہو" کیا ولی بڑھ جائے گا پیغمبر سے، کوئی ولی بڑھ سکتا ہے حضرت

یعقوب علیہ السلام سے وہ سیدالاولیاء تھے، وہ نبیؐ برحق تھے، خدا کے، تو جب ان کو یہ اطمینان حاصل کرنے کی ضرورت تھی تو ہم اور آپ کس شمار و قطار میں ہیں، ہم کو اس سے زیادہ اطمینان کرلینا چاہیے، ان کا زمانہ فتنہ کا زمانہ نہیں تھا، میں صاف کہتا ہوں، کہ اس زمانہ میں جو برائیاں تھیں، خرابیاں تھیں، وہ اس طرح منتقل نہیں کی جا سکتی تھیں، جس طرح آج کے دور میں کی جارہی ہیں، آج غذا میں وہ چیزیں ملادی گئی ہیں، آج پانی میں وہ چیزیں سرایت کرگئی ہیں، آج ہوا میں وہ چیزیں مل گئی ہیں، آج وہ مدرس کی تعلیم میں اور آج جو تقریر کرتا ہے اس میں بھی وہ عقائد آگئے ہیں، ہم اس زمانہ میں رہ رہے ہیں، جہاں ہندو دیومالا کہ کرشن جی کا یہ قبضہ تھا وہ جو چاہتے تھے کرتے تھے، وہ جہاں اترے سونا ہی سونا بن گیا، رام جی کے قبضہ میں کارخانۂ قدرت تھا اس دنیا کے پیدا کرنے والے چلانے والے تھے وہ ....

اور اس درجہ کی کم کی جو چیزیں ہیں وہ بھی ہمارے لیے بہت خطرناک ہیں، آخری بات آپ سے یہ کہتا ہوں کہ اپنی اولاد کے متعلق اطمینان حاصل کرلیجئے، ان کو دینی تعلیم دیجئے، اسلامی مکتب میں بھیجئے، مسجد مکتب قائم کیجئے، تعلیم کا انتظام کیجئے، اسکول میں پڑھتے ہوں تو کوئی وقت رکھئے، ٹیوشن رکھئے، استاد کو بلائیے، معاوضہ دیجئے کہ ہمارے لڑکے کو اس قابل بنادیں کہ کچھ اسلامی معلومات حاصل ہوجائیں اور موٹی موٹی باتیں دینیات کے متعلق، تعلیم الاسلام پڑھادیجئے، ایسی چھوٹی کتابیں جو لکھی گئی ہیں پڑھادیجئے، گھر کی عورتوں کو بھی تاکید کیجئے کہ اچھے اچھے قصّے سنائیں اور

دین کے متعلق بتائیں اگر ایسا نہ ہوا ہندستان میں تو اس کا اندیشہ ہے کہ ۴۰-۵۰ برس بلکہ ۲۰-۲۵ برس بعد نسل کا بڑا حصّہ دین سے بالکل ناواقف اور اندیشہ یہ ہے کہ دین کا مذاق اڑانے والا دین کی تحقیر کرنے والا نہ بن جائے،

جگہ جگہ مکتب، مدرسے قائم کیجئے جہاں قائم ہیں وہاں مدد کیجئے کہ ٹوٹنے نہ پائیں، ختم نہ ہونے پائیں، اپنے گھروں میں بھی انتظام کیجئے۔

اس ملک میں آپ کیسے رہیں؟

اور آخری بات یہ ہے کہ اپنے اخلاق ایسے بنائیے کہ آپ کے پڑوسی غیر مسلم متاثر ہوں اور اسلام کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو ان کے اندر، یہ کس قسم کے لوگ ہیں راستہ سے جارہے تھے، اینٹ پڑی تھی ہٹادی، نل کھلا تھا بند کردیا، پچاسوں آدمی گزر گئے کسی کو خیال نہیں آیا اس ملک میں رہتے ہیں، مسافر اتر رہے ہیں، چڑھ رہے ہیں کسی کو توفیق نہیں ہورہی، ہم گئے نل بند کردیا، کسی نے پوچھا، اس کا جواب یہی کہ اللہ کی نعمت ہے، ہم اس ملک میں رہتے ہیں، ہمارا یہ فرض ہے، اسی طریقہ سے راستہ میں کوئی تکلیف دہ چیز ہو ہٹادیں، نگاہیں نیچی ہوں، کسی غیر محرم کو نگاہ اٹھا کر نہ دیکھیں اور آپ گالی نہ دیں، حد سے بڑھ کر غصّہ اور بے جا غصّہ نہ آئے، اسی طرح سے آپ محلّہ میں رہتے ہوں، اہل محلّہ کو اطمینان ہو کہ ہمارے مسلمان بھائی یہاں رہتے ہیں، یہاں بہو، بیٹیوں کی عزّت محفوظ ہے، یہاں چوری کا بھی خطرہ نہیں،

آذان کامسئلہ تھا کسی نے کہار دکنے کو تو ہندو کہنے لگے: ارے اسے نہ روکو اس کی وجہ سے یہاں بہت سی بیماریاں اور وبائیں نہیں آپاتیں، یہاں بڑی برکت ہوتی ہے، برکت کا لفظ کا لفظ تو ہندؤوں کے یہاں ہے نہیں کوئی ایسا لفظ کہا، خیریت ہے، یہاں ان کی وجہ سے

آپ اس طرح اپنے دین کو، اپنی عبادتوں کو، ایسا بنائیے کہ ان کے دل میں اسلام کی وقعت پیدا ہو، اور قدر آئے اور اگر کوئی آپ کو ستائے تو وہ آپ کی طرف سے جواب دہ ہوں، اور آپ کو بچائیں، کہ نہیں، نہیں، انھیں ہمارے ملک میں رہنا چاہیئے، ہمارے ملک میں ان کی وجہ سے معلوم نہیں کتنی آفتیں وبائیں ٹل گئی ہیں، اور ان کی وجہ سے دنیا کے بنانے والے کی کیسی نظر ہے، اس زمانہ میں ضروری ہے کہ آپ ایسے اخلاق رکھیں آپ کا اور جو مسلمان نہیں ہیں ان کا فرق معلوم ہوجائے۔ لَعَلَّکُمْ تتقون"

جائز و ناجائز کے لحاظ کرنے کی عادت ہوجائے، یہ حلال ہے یہ حرام، یہ خدا کی مرضی کے مطابق ہے، یہ مزاج ہوجائے، طبیعت بن جائے، اور رمضان شریف مزاج بنانے کے لیے آتا ہے، مزاج تبدیل کرنے کے لیے آتا ہے، صرف عادت ہی نہیں مزاج بنانے آتا ہے، دوسری چیز کہ جو کبائر ہوئے ان سے توبہ کیجئے، اللہ سے معافی مانگئے، اور دنیا سے جانے سے پہلے پہلے یہ کام کرلیجئے، تیسرے یہ کہ حقوق العباد جو آپ کے ذمّہ ہیں ان کی معافی تلافی کرلیجئے، چوتھے یہ کہ اپنے بچوّں کی اولاد کی تعلیم و تربیت کی فکر اور انتظام کیجئے۔

پانچویں چیز یہ کہ اخلاق ایسے بنائیے کہ غیر مسلموں میں بھی اسلام کی قدر

و وقعت پیدا ہو بلکہ اسلام کے مطالعہ کا شوق پیدا ہو، کہ اپنا لٹریچر لائیے دکھائیے آپ کا مذہب دین کیا کہتا ہے، ہم جاننا چاہتے ہیں کہ اسلام نے آپ کو کیسا بنادیا،

ایک نمونہ یہ بھی تھا

ایک قصّہ چھوٹا سا آپ کو سنادیتا ہوں جو اس جگہ سے مناسبت رکھتا ہے اور یہیں کا فیض ہے، یہیں وہ تربیت ہوئی تھی کہ حضرت سیّد احمد شہیدؒ نے جب پشاور فتح کیا، قبضہ ہوگیا تو وہاں رہنے والے پٹھانوں نے مجاہدین میں کسی کا ہاتھ پکڑا اکثر یہیں کے رہنے والے تھے، رائے بریلی، سلطان پور کے اطراف کے، اناؤ، کانپور اور پھر سہارنپور مظفر نگر کے اطراف کے بہت لوگ تھے، کہ ایک ہندوستانی کا ہاتھ پکڑا کہا، کیا ہندوستانیوں کی آنکھ کمزور ہوتی ہے؟ انھوں نے کہا نہیں، ہمیں سب نظر آتا ہے کچھ کمزور نہیں، کہنے لگے، نہیں کچھ بات ہے ضرور، انھوں نے کہا نہیں کچھ بات نہیں ہماری آنکھ بالکل ٹھیک ہے مگر انھوں نے کہا: آپ یہ پوچھ کیوں رہے ہیں، انھوں نے کہا: ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ آپ لوگ جبکہ بعض دو سال سے نکلے ہوئے ہیں کوئی ایک سال سے کوئی مہینوں سے نکلے ہوئے ہیں، اپنے اپنے گھر چھوڑ کر ہندوستان چھوڑ کر آئے ہیں، بعض بالکل جوان ہیں، ان کے اندر تو جذبہ ہوگا، لیکن ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی نے کسی غیر محرم کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا ہو، ہم نے کہا ایک ہو دو ہوں چار ہوں تو خیر لیکن ہم نے دیکھا کوئی نہیں، کوئی بھی نظر غیر محرم کی طرف اٹھاتا ہی نہیں فطری

تقاضہ ہے، آگے کچھ نہ ہو دیکھ تو لیتے، انھوں نے کہا، یہ بات نہیں نظر ہماری بالکل ٹھیک ہے یہ تربیت ہمارے امیر المومنین کی ہے، اور پھر یہ کہ اللہ کا حکم ہے،

"قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ"

اہل ایمان سے کہدو، کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ہونا چاہیے اور یہی ہے،

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا"

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا پاس ولحاظ کروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو شانِ امتیازی عطا فرمائے گا،

تم کہیں جاؤگے پہچانے جاؤگے، یہ مسلمان ہے، اس کی نگاہیں نیچی ہیں، کسی غیر محرم کو دیکھتا نہیں، اور اس طرح بچ کر سنبھل کر چل رہا ہے، گویا کہ خدا کو یاد کر رہا ہے" اگر یہ ہماری حالت ہوتی اور سیرت ہوتی تو آج ہندوستان کا نقشہ ہی دوسرا ہوتا۔

سیاسی کوششیں، ٹکراؤ، جذباتی اشتعال انگیز تقریریں، جذباتیت اپنے دل کی بھڑاس نکالنا زوردار تقریر کرنا کہ نام ہو، ہمارے سر سہرا بندھے، اور ہمارا سر اونچا ہو، یہ طریقہ نہیں تھا، طریقہ یہ تھا کہ ہم ایسی زندگی اختیار کرتے، یہ نہیں ہو سکا اب جو موقع ہے، اس میں یہ طریقہ اختیار کریں۔

اَللّٰهُمَّ وفقنا لما تحب وترضیٰ،

عیدِ الفطر کا پیغام[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونتوكّل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيّئات اعمالنا من يهده الله فلا مُضلّ له ومن يضلله فلا هادي له ونشهد أن لا اله الّا الله وحده لا شريك له ونشهد أنّ سيدنا ونبيّنا ومولانا محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وذرياته وأزواجه وبارك وسلّم تسليماً كثيراً كثيراً۔ أمّا بعد

فأعوذ بالله من الشيطٰن الرّجيم

يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿﴾ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ

میرے بھائیو، دوستو، عزیزو اور بزرگو! میں نے آپ کے سامنے قرآن شریف کی سورۂ بقرہ کی وہ آیتیں تلاوت کیں، جن کا تعلق رمضان المبارک سے ہے، اور جن کی ابتدا ہوتی ہے" يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" اور اسی میں یہ آیت ہے" شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ"

---

[1] ۱۴۱۱ھ کو نماز عید کے موقع پر مسجد دائرہ شاہ علم اللہ حسنیؒ میں کی گئی تقریر

اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، اے مسلمانوں! اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے، اُس کا منشا اور ارادہ تمہارے ساتھ آسانی کا ہے، وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ، وہ تم کو مشکل میں ڈالنا نہیں چاہتا، یہ ۳۰ یا ۲۹ دن کے جو روزے ہیں کوئی پہاڑ نہیں ہیں، یہ مسلسل چلتے ہیں اور جلد ختم ہوجاتے ہیں، اس کے بعد اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے، ''وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ'' اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، اس پر کہ اللہ نے تم کو ہدایت دی، اللہ نے ہدایت کی جو نعمت تم کو عطا فرمائی ہے، اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ ''وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ'' اور تاکہ تم شکر کرو۔

اللہ جلّ شانہٗ نے اس آیت میں عید کا بھی ذکر کردیا، عید کا نام تو نہیں آیا، لیکن عید کا منشا، عید کا مقصد، اور عید کا وظیفہ، عید میں کرنے کا کام، یہ سب اس میں آگیا، کہ جب اللہ تعالیٰ رمضان میں روزہ کی توفیق دے، کہ رمضان آئے اور خیریت کے ساتھ، توفیق الٰہی کے ساتھ، دن کے روزوں کے ساتھ، رات کی عبادتوں کے ساتھ گذر جائے، ''وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ'' اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اللہ نے ہدایت دی، ایمان واسلام کی دولت سے نوازا، اور پھر توفیق دی، اگر ان میں سے ایک چیز بھی نہ ہوتی تو کہاں کا رمضان اور کہاں کا روزہ، دنیا میں پچاسوں قومیں ہیں، سیکڑوں قومیں ہیں وہ اتنا جانتی ہیں کہ رمضان کا مہینہ مسلمانوں میں آتا ہے، جیسے ہمارے یہاں مہینہ آتا ہے، انھیں پتہ بھی نہیں چلتا کہ کب رمضان آیا اور کب ختم ہوگیا، اور ان کے مہینوں اور رمضان میں کیا فرق ہے۔

تو پہلی چیز تو یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں ہدایت دی، ہم کو اسلام کی دولت

سے نوازا، جس نے ہمیں صحت دی، ایسی صحت جس سے روزہ رکھ سکیں، اور پھر اس کے بعد سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ توفیق دی، سب کا انحصار توفیق پر ہے، ساری چیزیں جمع ہیں مگر توفیق نہیں تو کچھ نہیں، یعنی روزہ رکھنے کے لیے جن جن چیزوں کی ضرورت ہے عمر! تو اللہ کے فضل سے زندگی ہے، جوانی چاہیے، بلوغ چاہیے، تو وہ بھی موجود ہے، صحت چاہیے تو وہ بھی موجود ہے، اور روزے کے مسئلے معلوم ہونے چاہئیں تو وہ بھی معلوم ہیں، حکومت روکتی، قانون روکتا، یا ڈاکٹر ہی نے کہا ہوتا کہ تمہارے لیے روزہ رکھنا نامناسب ہے، نقصان دہ ہے، تو یہ بھی نہیں ہے، پھر روزہ کیوں نہیں ہورہا ہے، توفیق نہیں ہے۔

توفیق وہ چیز ہے جس کا ترجمہ کسی زبان میں نہیں ہوسکتا، توفیق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا رحمت کا ارادہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا اس کے دل میں یہ خیال اور جذبہ ڈال دینا کہ یہ کام کرنا ہے، کہ تمام رکاوٹوں اور موانع کو ہٹا دینا ہے، اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فیصلہ کرنا کہ یہ کام ہو، یہ شخص روزہ رکھے، نماز پڑھے، ان سب کے مجموعے کا نام توفیق ہے، اتنی لمبی جو ہم نے عبارت بیان کی وہ عربی کے قرآن مجید کے ایک لفظ میں آگیا ہے اس کا نام ہے ''توفیق''۔

آپ دیکھیں گے، اپنے محلہ میں دیکھیں گے، کہ ماحول موجود، سارے اسباب موجود، شرائط موجود، فضا موجود، لیکن روزہ نہیں اس لیے کہ توفیق نہیں، اب اللہ نے ہم کو ساری چیزیں، اور ساتھ میں توفیق بھی عطا فرمائی، اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو، ''وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ''

چنانچہ مسنون بھی یہ ہے کہ عید آئے، عید الفطر ہو، تو آہستہ آہستہ تکبیر کہتا ہوا آئے، اور عید الاضحیٰ ہو تو ذرا بلند آواز سے "اَللّٰہُ اَکْبَرُ اللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ" پکارتا ہوا آئے، اور مسنون یہ ہے کہ ایک راستہ سے آئے، اور دوسرے راستہ سے جائے، تاکہ ساری فضا اس سے معمور ہو جائے، اور وہاں کے رہنے والوں کے کانوں میں یہ فضا پڑ جائے، اور وہ زمین گواہی دے، اور جب تک عید کی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے، یہ کہتا رہے "وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰاکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ" تاکہ تم شکر کرو، کہ اللہ نے ہمیں توفیق دی، اللہ نے ہم سے روزے رکھوائے، کوئی بیماری وغیرہ کے باعث چھوٹ گیا تو اس کے لیے بھی نیت اچھّی کی، اور دنیا میں جتنے بھی خوشی کے تہوار ہیں سب میں خوشی ہوتی ہے، یعنی اس میں جو فرائض ہوتے ہیں، روزمرّہ کا جو معمول ہے، وہ بھی معاف ہو جاتا ہے، لیکن اسلام تنہا مذہب ہے، کہ اس میں خوشی کے دن کام بڑھا دیا جاتا ہے، کام ایسا بھاری نہیں ہوتا کہ، آدمی کہے کہ کام نہ ہوتا، نہیں بلکہ کام ایسا مبارک ہوتا ہے، ترقی دینے والا ہوتا ہے، اور معقول ہوتا ہے، اور انسانیت و شرافت کا ہوتا ہے، یہ جو دو رکعتیں آپ نے پڑھیں وہ روز کی نہیں ہوتیں، ہاں کوئی اشراق و چاشت پڑھے، جو فرض و واجب نہیں ہیں، لیکن عید کی نماز بڑھا دی گئی، اور تہوار آپ دیکھیں گے تو اس میں عبادات معاف ہو جاتے ہیں، کوئی پوجا کرے یا نہ کرے، چرچ جائے نہ جائے، کرسمس ہے چھٹی کا دن ہے، اور یہاں تو کام بڑھا دیا گیا کہ فجر کی نماز پھر ظہر کی نماز درمیان میں دوگانہ اور

بڑھا لیں، یہ ہے اسلام میں شکر کا طریقہ، شکر کا طریقہ چھٹی نہیں ہے، بلکہ بات یہ ہے ؏

اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا

اس اُمّت کو سبق یاد ہو گیا ہے الحمد للہ۔ ساری اُمّتیں سبق بُھلا بیٹھیں، بات یہ ہے کہ روئے زمین میں کوئی اُمّت ایسی نہیں جس کو سبق یاد ہو، تنہا یہ امت ہے جس کو سبق یاد ہے، کچّا پکا جیسا بھی ہو، تو جب اس کو سبق یاد ہوا چھٹّی نہیں ملی، سبق یاد کرنے والے لڑکے کو، مکتب میں پڑھنے والے کو چھٹّی نہیں ہے، بلکہ اس کی ذمّہ داریاں ہیں، اور اس کو اپنی اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے، اس سے اس میں اضافہ ہوگا کمی نہیں ہوگی تو دو ۲ رکعت یہ، اور فطرہ الگ دینا پڑتا ہے، ہر وقت کی بات نہیں دوسرے ادیان کے تہواروں میں یہ نہیں بلکہ وہاں تو کھاؤ پیو، وہاں معاملہ یکطرفہ ہے، اور یہاں لینے سے زیادہ دینا ہے، غریبوں کو فطرہ دو اللہ کے سامنے دو ۲ رکعت شکرانہ کی نماز پڑھو، اور پھر تکبیر پڑھو اور اللہ کا شکر ادا کرو۔ "وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰاکُمْ وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ" یہ ایسا تہوار ہے کہ اُمّت کو اس میں چھٹی نہیں ملتی،

دنیا حقیقی عید سے محروم ہے:

اور اب ضرورت ہے کہ ہم مسلمان اپنے دین پر از سر نو قائم اور پختہ ہوں، اس دین کا ایسا مظاہرہ کریں، اور دین کا ایسا نمونہ پیش کریں دنیا کے سامنے لائیں کہ دنیا کی بھی عید ہو جائے، بہت دن سے دنیا کی عید نہیں ہوئی ہے، دنیا عید سے محروم ہے، دنیا حقیقی عید سے محروم ہے، یہ سب جعلی باتیں ہیں، کہاں کا کرسمس، اور کہاں کی ہولی دیوالی، لیکن دنیا کی حقیقی عید صدیوں سے نہیں ہوئی، اور پھر مسلمان مسلمان بن جائیں، دنیا کی عید ہو سکتی ہے، دنیا حقیقی عید کو ترس رہی ہے، و آخر

ہے نہ اخلاق ہیں، نہ انسانیت ہے، نہ شرافت ہے، نہ قدرشناسی ہے، نہ خدمت کا جذبہ ہے، نہ خدا کی یاد ہے، نہ خدا کی شناخت ہے اور نہ پہچان ہے، کچھ نہیں ہے، کہاں کا تہوار، سارے تہوار جو ہیں، یہ بچوں کے سے کھیل ہیں جیسے بچوں کی کوئی ذمہ داری نہیں، کھیلیں کودیں، کھائیں پئیں، اور خوش وخرّم رہیں، کچھ فکر نہیں، ایسی ہی دنیا کی قومیں بچوں کی طرح خوشیاں منارہی ہیں، لیکن حقیقی خوشی نصیب نہیں، آج دنیا کو عالمی سطح پر ایک عید کی ضرورت ہے، وہ عید مسلمانوں کی کوشش سے ہی آسکتی ہے، لیکن افسوس ہے کہ مسلمان خود اپنی عید کا شکر صحیح طریقہ سے ادا نہیں کرپاتے، اور اس کے معنی صحیح طور پر نہیں سمجھتے، آپ جہاں رہیں ثابت کریں کہ آپ کوئی اور قوم ہیں، افسوس کہ اس کو آنکھ ترس رہی ہے، سب ایک جیسے وہ بھی رشوت لیتے ہیں، ہم بھی رشوت لیتے ہیں، وہ بھی سود کھاتے ہیں، ہم بھی سود کھاتے ہیں، وہ بھی پیسہ کا پجاری ہے، بھوکا اور شائق ہے، یہ بھی پیسہ کا بھوکا ہے، یہ بھی آرام طلب ہے وہ بھی آرام طلب، اس کو بھی کسی کی فکر نہیں کہ دنیا میں کیا گذر رہی ہے، محلّہ پڑوس میں کیا گذر رہی ہے یہ بھی ایسا ہی ہے مسلمان ایسا نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وَيَجْعَل لَّكُمْ فُرْقَانًا" تم حقیقی مسلمان بنوگے، اللہ سے ڈروگے تو اللہ تمہیں شان امتیازی عطا فرمائے گا، دور سے پہچانے جاؤگے۔ دیکھو! مسلمان آرہا ہے، یہ حالت تھی قرون اولیٰ میں، کہ ملک کے ملک مسلمان ہوئے مسلمانوں کو دیکھ کر، سمجھانے بجھانے میں، دلیل لانے مطمئن کرنے میں تو برسوں لگ جاتے ہیں، تو کیا بات ہے، مصر پورا کا پورا مسلمان ہوگیا، تہذیب بدل گئی، رسم الخط بدل گیا، طور وطریق بدل گیا، اور اسی طرح کیا عراق پورا کا پورا مسلمان تھا، کیا شام پورا کا پورا مسلمان تھا، سب دوسرے ادیان کے ماننے والے تھے، عیسائی تھے، یہودی تھے، اور بُت پرست

تھے، زبانیں جداگانہ تھیں، اور کلچر بھی الگ، تو گویا کہ سانچہ میں ڈھال دیا گیا ہو، مشین سے ڈھلا ڈھلایا نکلا ہو، ہندستان میں یہ نہیں ہوا، جو لوگ آئے ان کے اندر یہ روح نہیں تھی، جو عربوں میں تھی، کہ وہ جہاں جاتے تھے، پورا کا پورا ملک مسلمان بنادیتے تھے، ساتھ کھانا، ساتھ پینا، اونچ پنچ سب ختم، سب انسان ہیں، کوئی فرق نہیں، حدیث شریف میں آتا ہے "إن أباكم واحد وإنّ ربّكم واحد كلكم من آدم وآدم من تراب لا فضل لعربيّ على أعجميّ ولا لأعجميّ على عربيّ إلّا بالتقوىٰ" تمہارے باپ بھی ایک تھے، تمہارا رب بھی ایک، اب بھی ایک، رب بھی ایک الخ

چنانچہ جہاں عرب گئے، وہاں دین بدل گیا، تہذیب بدل گئی، رسم الخط بدل گیا، لباس بدل گیا، زبان بدل گئی، لیکن افسوس کہ مسلمانوں نے یہاں ہندستان میں ۸سو سال حکومت کی مگر کوئی فرق نہیں ہوا، کوئی تبدیلی نہیں آئی، کیونکہ ہم میں مساوات نہیں، ہم میں اخوت نہیں، یہاں حاکم ومحکوم کا فرق، اور وہاں حاکم ومحکوم کا فرق نہیں رہا، اللہ ہمیں آپ کو توفیق دے کہ ہم جہاں جائیں اسلام کا نمونہ پیش کریں، کچھ تو اسلام کا نمونہ پیش کریں، ہماری نگاہیں نیچی ہوں، نامحرم پر نظر نہ پڑے، اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، "وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا"

ہم اس طرح چلیں کہ کسی کو تکلیف نہ ہو، ہم راستہ کے کانٹے ہٹائیں، ہم پانی کو ضائع ہونے سے بچائیں، ہم ہمسایہ کیا شہر میں کسی بھی رہنے والے کو تکلیف نہ ہونے

دیں، ہم ضرورت پر مدد کرنے کو تیار رہیں، لوگ دیکھیں کہ پیسہ روپیہ ان کے نزدیک فیصلہ کن نہیں ہے، فیصلہ کن ارادۂ الٰہی ہے، فیصلہ کن حکم الٰہی ہے، یہ بڑی سی بڑی رقم چھوڑ سکتے ہیں، لاکھوں کی رقم پر لات مار سکتے ہیں، ٹھوکر مار سکتے ہیں، مگر اصول کے خلاف، شریعت کے خلاف نہیں جا سکتے، یہ نمونہ آج دکھانے کی ضرورت ہے، اللہ جلّ شانہٗ ہمیں اپنی جگہ پر بھی مسلمان بنائے، اور دوسروں کے لیے بھی ایسا پُرکشش، جاذبِ نظر، قابلِ احترام مسلمان بنائے کہ لوگوں کے دل اسلام کی طرف کھنچیں اور بڑھیں۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْن ٥